© rasailojaraid.com

عذابِ الٰہی اور قوانینِ فطرت

مولانا حکیم ابو النظر رضوی امروہوی

(۲)

قرآن نے جس مسخ کا دعویٰ کیا تھا اُس کے مسلسل قائم رہنے کی ایک ہی صورت ہوسکتی ہے کہ مسخ معنوی کو تسلیم کرتے ہوئے شرف انسانی، حیات اجتماعی خلق الٰہی، شعور ذہنی اور کائنات کی اُن تمام لذتوں، کامرانیوں اور عیش و آرام سے محروم قرار دیدیا جائے جو انسان کو دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی اور حیات ابدی تک پہنچاتی ہیں انسان ہیں اگر انسانی خصائص زندہ نہ رہیں تو کیا قوائے فکریہ سے محروم نطق و کلام، شرافت انسانی کے برقرار رہے ودیعت کرسکتا ہے۔ کیا آپ ہندستان کی اچھوت اور دراوڑ اقوام کو نہیں دیکھتے، وہ قوم جس کا سایہ تک ناپاک کردیتا ہو، جس کی رہائش پہاڑوں، غیرآباد علاقوں اور شہروں کے اردگرد ہی ہوسکتی ہو جس کی نہ کوئی تعلیم ہو نہ کوئی تمدن، نہ عزت ہو نہ پرستش، جس کی ہر معمولی لغزش بدترین گناہ سے بھی زیادہ سزا کی مستحق ہوتی ہے، اور جس کو پیاس سے تڑپنے کے باوجود پانی کا ایک گھونٹ کنوئیں سے خود پانی کھینچ کر پینے کی اجازت تک نہ ہو کیا کچھ کم غضب الٰہی اور پچھلی نافرمانیوں کی کچھ کم سزا ہے۔ کیا ایک سنجیدہ تعلیم یافتہ اور باخبر انسان کو اس موت سے بدتر زندگی گذارنے والوں کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر ہر رگ و ریشہ پر نقش ہوجانے والی عبرت حاصل ہوسکتی ہے جس کی نشانیاں ہندستان کے وسیع ترین خط کے ہر گوشہ میں موجود ہیں، یا کسی مقامی وبا کی چند روزہ تباہ کاری سے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا وہ اچھوت بندروں سے بہتر ہیں جو صورت میں انسان اور سیرت میں حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ کیا اُن کا نطق، نطق انسانی ہے۔ کیا اُن کا شعور، شعور انسانی ہے اور کیا اُن کا سیاہ اور درشت پوست انسانی نرم و حساس جلد ہے، کیا اُن کا علم و عمل، اُن کے اخلاق و ملکات اُن کی معیشت و معاشرت انسانی ہے، اور کیا اُن کی زندگی اور موت تک دنیائے انسانیت سے کوئی مشابہت رکھتی ہے کیا "خاسئین" اور "مبعدین" کا کوئی تصور اچھوتوں سے زیادہ کسی انسان کو انسانی حیات اور انسانی شرف سے دور تر لے جا سکتا ہے۔ چند روزہ عذاب نہ گنہگاروں کے لیے زبردست عبرت ہو سکتا ہے نہ "ما بین یدیھا وما خلفھا" کے لیے عذاب، اور خدا کا عذاب ایسا ہی ہونا چاہیے کہ آئندہ نسلیں بھی اُن کی ذلیل حالت دیکھ کر کانپ اُٹھیں اچھوتوں پر اگر خدا کا عذاب نہیں تو کیا کوئی شخص اُن میں سے ایک فرد ہونے کو تیار ہے۔ پالیسی اور دھوکہ کی بات دوسری ہے، ورنہ کوئی بھی اُن کا فرد کہلانے کو فخر محسوس نہیں کر سکتا۔ اچھوتوں کو "ہریجن" کہنے سے زیادہ کوئی چیز خلاف حقیقت نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ اچھوت ہریجن "اللہ والے" اور "مومن" ہوتے تو آج آریہ قوم اُن کو اپنے گھروں سے نکال کر "قردہ" اور "خنازیر" سے زیادہ ذلیل، کثیف نہ بنا سکتی۔ کتنے اچھوت ہیں جو اس عام ذلت اور مسکنت کے باوجود طاغوت کی پرستاری سے باہر آ سکے۔ بہ حیثیت مجموعی آج بھی وہ طاغوت کی پرستاری میں اُسی طرح مبتلا ہیں جس طرح غضب الٰہی سے پہلے مبتلا ہونگے۔ خدا کا عذاب اس کو کہتے ہیں جس سے دنیا کا کوئی شخص چاہے دل کا بھی اندھا ہو۔ انکار کی جرأت نہ کر سکے۔ اچھوت گاندھی جی کی ہزار کوششوں کے باوجود ہمیشہ اچھوت ہی رہینگے، تا وقتیکہ وہ اسلام کی دعوت نہ قبول کر لیں۔ یہ چیلنج ہے جس میں ہمت ہو اس چیلنج کو قبول کر لے۔

رب کعبہ اور محمد عربی (روحی فداہ) کے پروردگار کی ہستی، اُس کی آمریت و اقتدار اور اس کے غضب کا جس شخص کو یقین نہ ہو وہ دیکھ لے کہ قرآن جن عذابات الٰہی کو آیات کہتا ہے اُن کی نوعیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُن کی ہمہ گیری اور اُن کے نتائج کیا ہوا کرتے ہیں۔

بندر کو آج بھی ہندو چنے ڈالتے ہیں جو اناج میں سب سے بہتر غذا ہے لیکن اچھوت کو روٹی کے ایک خشک ٹکڑے سے بھی محروم رکھا جاتا ہے، کیوں؟ اس میں نہ ہندوؤں کا قصور ہے نہ مسلمانوں کا، یہ قوم کی قوم عذاب الٰہی میں گرفتار ہے، اور کوئی قوم خدا کے آمرانہ احکام کے مقابلہ میں اُن کو اپنی آغوش میں نہیں لے سکتی۔ جب غضب الٰہی کی میعاد ختم ہوگی، یہ اسلام قبول کرینگے اور صرف اسلام ہی۔ آج کوئی دوسرا مذہب ان کو نجات نہیں دے سکتا۔ اچھوتوں کے لیے یہی قانونِ قدرت کی منشا ہے جس سے تغافل خود اُن کی ہستی اور اُن کی ترقی کے لیے مضر ہے۔ نہ اپنے کفر و تمرد سے وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، نہ ہندوؤں کو۔ کاش خدا اعیانِ اسلام کو توفیق دیتا کہ وہ اُن کو خدا کے غضب سے آئندہ کے لیے محفوظ رکھ سکتے۔ مبلغین اسلام کی یہ غفلت نہ انسانی اخلاق و مروت سے نسبت رکھتی ہے، نہ امر بالمعروف کرنے والوں کی فطرت سے۔ بہرکیف میرا گمان یہی ہے کہ قوم داؤد کا مسخ معنوی تھا اور اُس کی مثال اگر کوئی پیش کیجا سکتی ہے تو ہندوستان کے اچھوت اور دراوڑ اقوام سے جو تمدن و اجتماعیت سے محروم ہوکر بے آب و گیاہ ریگستانوں اور پہاڑی علاقوں میں صدہا برس سے پناہ تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

مجھے حیرت ہے کہ ہمارے مفسرین جن دلائل اور قیاسات کو اہمیت دیتے ہیں اُن ہی دلائل و قیاسات کے خلاف اُن کو نتیجہ نکالنے میں کوئی باک نہیں ہوتا۔ تفسیر ابن کثیر جس کے مصنف حافظ عماد الدین ابن کثیر جیسے جلیل المرتبہ امام ہیں اور جن کی تفسیر کے استناد کو مصنف کشف الظنون نے بھی سراہا ہے۔ اُنھوں نے اسی قسم کے واقعہ کو بیان کرنے کے بعد جو کچھ فرمایا ہے وہ میرے بیان کی تصدیق کے لیے کافی ہوگا۔ فرماتے ہیں:-

فلمّا فعلوا ذلك مسخهم الله الی   جب وہ لوگ سب کچھ کرچکے تو خدا نے بندروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صورۃ القردۃ وھی اشبہ شیٔ بالناس فی الشکل الظاھر ولیست بانسان حقیقۃ فکذلک اعمال ھٰؤلاء وحیلتھم لما کانت مشابھۃ للحق فی الظاھر ومخالفۃ لہ فی الباطن کان جزاءھم من جنس عملھم۔

کی صورت میں اُن کو بدل دیا جو ظاہری شکل میں انسان سے بہت زیادہ مشابہ ہونے کے باوجود انسان نہیں ہیں ایسے ہی اُن کے اعمال اور حیلہ بازیاں چونکہ بظاہر حق اور سچائی کے مشابہ تھیں اور باطن میں اُس کے خلاف اس لیے اُن کے اعمال کی سزا بھی اُسی قسم کی دی گئی۔

مجھے اس کا اعتراف کرنا چاہیے کہ جو نکتہ ابن کثیر نے بیان کیا ہے وہ بہت ہی نازک لطیف اور قابل ستائش تھا عمل کے ہم رنگ جزا کا ہونا نفسیاتی نقطۂ نظر سے بھی ایک مناسب چیز ہے اور اذیت کا عمل کی مثالی شکل میں رونما ہونا عوالم اُخروی کے قانونِ عذاب سے بھی قریب تر لیکن افسوس ہے کہ اُس سے غلط نتیجہ نکالا گیا۔عمل اگر صورت اور ظاہر کے اعتبار سے حق تھا تو عقوبت بھی صورت اور ظاہر کے اعتبار سے کچھ نہ ہونا چاہیے تھی۔اور جس طرح اُس کا باطنی پہلو ناپاک، تاریک اور باطل تھا ایسے ہی اُس کا عذاب بھی روحانی تاریکی، اخلاقی ناپاکی اور انسانی پستی کے ذریعہ ہونا چاہیے تھا، یہ کیا کہ اصول کا تقاضا مسخ معنوی ہو اور عقوبت کا انداز مسخ صوری کا رنگ اختیار کرے۔کیا انسان کا بندر ہو جانا، بظاہر عذاب نہیں ہے۔میں ہرگز اس تقلید اور قدماء پرستی کو پسند نہیں کرتا کہ ایک بات کھلی ہوئی غلط ہو اور ہم محض احترام میں اس کا اتباع کرنے کو ذریعۂ نجات سمجھتے رہیں۔غلط چیز ہمیشہ غلط رہیگی، خواہ فرشتے بھی جادو کی تعلیم دینے لگیں تحقیقی نظریہ وہ ہی ہے جو پچھلے صفحات میں پیش کیا جا چکا خواہ ابن کثیر جیسے مفسرین بھی اُس کی ہمنوائی کے لیے تیار نہ ہوں۔یہ سب کچھ درست ہے۔مگر پھر بھی ایک خلش باقی رہجاتی ہے اور وہ تکوین وتحویل کا حل دریافت کرنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"کونوا قردۃ" میں صاف طور پر تکوین و تحویل کا مطالبہ ہے تکلیف و مجازات کا نہیں۔ ایسی حالت میں کیا تاویل کیجائیگی۔ تاویلات انسانی دماغ صدہا اختراع کرسکتا ہے لیکن جب تک اُس تاویل کی صحت کے لیے کوئی قرآنی سند نہ ہو طمانیت قلب حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور چونکہ میں اختراعِ ذہنی نہیں بلکہ طمانیت قلب کے ابرِ رحمت سے تشنگی فرو کرنا چاہتا تھا، اس لیے مجھے اپنے نظریہ کے لیے قرآن سے علمی استخارہ کرنا پڑا جس کے نتیجہ میں مجھے ایک دوسرا تکوینی حکم شہادت کے لیے مل گیا تاکہ میں اپنے نظریہ پر مستحکم رہ سکوں۔

نمرود نے جب حضرت ابراہیم کو دہکتی ہوئی آگ کی آغوش میں دیدیا تو خدا نے اس آگ کو حکم دیا

کونی بردًا وسلامًا علی ابراھیم — اے آگ ابراہیم کے لیے ٹھنڈی اور خوشگوار ہو جا۔

یہ حکم بھی ایسا ہی تکوینی حکم ہے جیساکہ "قردۃ" والی آیت کا۔ اب ہمیں اس تکوین و تحویل پر ایک نظر ڈالنا چاہیے تاکہ اُلجھی ہوئی گتھی سلجھ سکے۔

تکوین وابداع دو قسم کا ہوتا ہے معنوی اور صوری۔ بظاہر آتش نمرود کے لیے جس تحویل، انقلاب، تسخیر یا تکوین وایجاد کا حکم دیا گیا ہے وہ اپنے عمومی مفہوم کے اعتبار سے صورت اور معنی دونوں کو عام ہونا چاہیے۔ ناریّت کی صورت شعلہ ہے اور اُس کا معنوی پہلو حرارت و تپش، لیکن باوجود اس کے صرف معنوی تکوین ہی وقوع پذیر ہوئی۔ غالباً کسی سنجیدہ مفسر نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ نہ صرف اُس کی حرارت سلب ہوگئی تھی بلکہ ہر شعلہ بجھ گیا تھا۔ تند شعلوں کا بجھ جانا بھی معجزہ ہوسکتا ہے لیکن شبہات اور تردد نفس سے تہی دامن ہو کر نہیں، خیال ہوسکتا ہے کہ آگ کسی دوسرے ارضی یا ہوائی موثرات کی بنا پر سرد پڑ گئی ہو۔ بعض مرکبات آج بھی سائنس کے دامن میں ایسے ہیں جو شعلوں کو سرد کرسکتے ہیں، اس لیے شبہات و ظنون سے بالاتر معجزہ کے لیے ضرورت تھی کہ شعلے اپنی تمام تر حرارت کے ساتھ مشتعل ہوتے رہیں اور اُس کی لپٹ حضرت ابراہیم کے جسم کو ضرر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ پہنچا سکے، قرآن نے حضرت ابراہیم کی تخصیص کرکے اس پہلو کو بھی صاف کردیا ہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص اس آگ میں کود پڑتا تو خاکستر ہوجانا یقینی تھا۔ آتش نمرود کے شعلے فاسفورس کے شعلے نہ تھے، نہ جگنو کی چمک تھی جو کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکے۔ علاوہ ازیں برودت اور سلامتی کا حکم اگرچہ شعلوں کے بجھ جانے سے بھی پورا ہوسکتا تھا، مگر چونکہ مخصوص برودت اور سلامتی وہی زبردست معنوی پہلو رکھتی ہے جو "قردۃ" والی آیت میں خاسئین، لعنت، اور شر کی مصطلحات رکھتی ہیں اس لیے تکوین معنوی ہی زیادہ موزوں ہوسکتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ بھی "حجۃ اللہ البالغہ" میں اسی تحویل آتش کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

والثالثۃ تدبیر عالم الموالید و	تیسرے عالم طبیعی کی اس طرح تدبیر کرنا کہ حوادث
مرجعھا الی تصئیر حوادثھا	حکمت الٰہیہ کے اس نظام کی موافقت کرسکیں
موافقۃ للنظام الذی تقتضیہ	جن کا تقاضا کسی خاص مصلحت سے عنایت خداوندی
حکمۃ مفضیۃ الی المصلحۃ التی	کر رہی ہو جیسے مینہ برسانا، اور اس سے انسان اور
اقتضاھا جودہ کما انزل من	دیگر حیوانات کی غذا کے لیے پودے اگانا تاکہ اس
السحاب مطرًا واخرج بہ	کے تغذیہ سے حیات کا وقفہ پورا کیا جاسکے یا جیسے
نبات الارض لیاکل منہ الناس	حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا گیا تھا،
والانعام فیکون سببًا لحیوتھم	اور خدا نے اس کو سرد اور بے ضرر بنادیا
الی اجل معلوم وکما ان ابراھیم	تاکہ وہ زندہ رہ سکیں۔ یا جیسا کہ حضرت
صلوات اللہ علیہ اُلقی فی النار	ایوب کے بدن میں ایک متعفن مادہ جمع
فجعلھا اللہ بردًا وسلامًا لیبقیٰ	ہوگیا تھا اس لیے ایک ایسا چشمہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حیًّا وکمان ایوب علیہ السلام	(جس میں جراثیم کش او مانع تعفن کیمیاوی
کان اجتمع فی بدنہ مادۃ المرض	اجزا تھے) اُن پر ظاہر کر دیا تا کہ صحت
فانشأ اللہ تعالیٰ عینًا فیہا	حاصل کر سکیں۔
شفاءُ مرضہ (صفحہ ۱۱)	

اس عبارت سے دو نکات حل ہو جاتے ہیں ایک یہ کہ جود الٰہی کا تقاضا محض حضرت ابراہیم کو زندہ رکھ سکتا تھا، اگر کوئی دوسرا شخص اُن کی جگہ لینے کی کوشش کرتا تو یقینًا ہلاک ہو جاتا۔ آگ کی صورت نوعیہ ظاہری پہلو کے لحاظ سے اگرچہ باقی تھی لیکن اُس کا معنوی اثر حضرت ابراہیم کے لیے سلب کر لیا گیا تھا۔ اس چیز سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ دعوائے تکوین کے لیے معنوی اور صوری دونوں پہلوؤں کا لازم قرار دے دینا حُسن ظن کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ دوسرے شاہ صاحب کی دیگر امثلہ سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ یہ تحویل قوانین فطرت سے قطعًا باہر نہ تھی، جس طرح جود الٰہی نے بارش اور بعض کیمیاوی اجزاء رکھنے والے چشمے کے ذریعہ حیات و بقا کے لیے تدبیر فراہم کی ایسے ہی حضرت ابراہیم کا معاملہ بھی سمجھنا چاہیے، دوسری جگہ اسی تحویل کو شاہ صاحب اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

واما الاحالۃ فمثالہا جعل النار	تحویل کی مثال حضرت ابراہیم کے لیے آگ
ہواءً طیبۃً لابراہیم علیہ السلام	کو نسیم صبحی بنا دینا ہے۔

آتشیں شعلوں کے خوشگوار ہوا میں تبدیل ہو جانے سے کسی صاحب کو یہ غلط فہمی نہ ہونا چاہیے کہ جس طرح پانی بخارات کی صورت اختیار کر کے ہوا ہو جاتا ہے اور ہوا پانی ہو جاتی ہے، ایسے ہی آگ بھی ہو گئی ہو کیونکہ ایسا انقلاب قوانین فطرت کے خلاف ہے اگرچہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک کا دوسرے سے بہت قریبی ربط ہے۔ ہوا کی ترکیب عنصری میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تفاوت ہو جانے سے آگ کی تپش اندوزیوں پر موت کا دروازہ کھل سکتا ہے لیکن تکوینی نوعیت کا اس سے ثبوت فراہم نہیں ہو سکتا۔ دوسرے محض حضرت ابراہیم کے لیے آگ کا ہوا کے خوشگوار جھونکوں میں تبدیل ہو جانا خود بتا رہا ہے کہ یہاں آگ کی محض اُن لپٹوں کو ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں میں تبدیل ہو جانے کا حکم دیا گیا تھا جو حضرت ابراہیم کے پاک جسم کو مس کرنے کی جرأت کریں۔

مغربی علوم وادراکات کے پرستار نہ معلوم اس واقعہ کی کیا تاویل کرنا پسند کرینگے مگر واقعہ یہ ہے کہ قوت متخیلہ کی اکتسابی اور خصوصاً وہبی قوتیں وہ سب کچھ کر سکتی ہیں جو مادی تمدن کی کثافتوں میں روح کی ہر استعداد کو گم کر دینے والا نہ سمجھ سکتا ہے نہ محسوس کر سکتا ہے۔ یہ واقعہ تو خیر پیغمبر کا معجزہ اور آیات الٰہی میں سے ایک تھا۔ بت پرستوں کی اکتسابی قوتیں بھی اس واقعہ سے مشابہ واقعات دنیا کے سامنے پیش کرنے سے عاجز نہیں خواہ ضعف وقوت اور دیگر فروق وامتیازات حق وباطل میں تمیز کرا سکتے ہوں۔

دارالمصنفین کا معارف نمبر ۱ جلد ۳۰ کے صفحہ ۴۵ پر آپ کو "ہندوستان میں جرائم کی تحقیقات کے قدیم طریقے" کا عنوان دیکھنا چاہیے جس میں مسٹر بل مارلنگ کا ایک مقالہ نقل کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ رسالہ "ایشیاٹک ریسرچ" میں ہندوستان کے پہلے گورنر جنرل وارن ہسٹنگز نے ایک واقعہ جو بنارس میں ۱۷۸۳ء کے اندر آگ سے تحقیق جرم کر سکنے کا پیش آیا بیان کیا ہے۔ بنارس کے عامل اعلیٰ علی ابراہیم خاں خود اس موقعہ پر موجود تھے۔ واقعہ کی تفصیلات معارف کی زبان میں حسب ذیل ہیں۔

> علی الصباح ایک خاص مقام دھو کر پاک وصاف کر دیا گیا تھا اس کے بعد پنڈتوں نے گنیش کی جو اُن کے نزدیک خدائے دانش ہے پوجا کی اور پھر سات ہم مرکز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دائرے سولہ انگشت کے فاصلہ سے کھینچے، مرکزی دائرہ میں خشک گھاس رکھ دی گئی۔ ملزم نے غسل کر کے بھیگے ہوئے کپڑے پہنے، اور مشرق کی طرف رُخ کر کے خارجی دائرہ میں کھڑا ہو گیا اُس کے بعد عامل شہر اور پنڈتوں نے اُسے حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں پر چاول اور بھوسی لے کر ملے، اُس کے ہاتھوں کا معائنہ کیا گیا اور زخم کا جو نشان اُن میں پہلے سے موجود تھا اُسے رنگ دیا گیا، پھر اُس کے ہاتھوں میں سات پیپل کی پتیاں سات گھاسیں، نو دلنے جو، اور چند پھول رکھ دیے گیے۔ پنڈتوں نے موقعہ کے مناسب کچھ اشلوک پڑھے اور روداد مقدمہ کو وید کے ایک منتر کے ساتھ تاڑ کے پتہ پر لکھ کر ملزم کے ہاتھوں میں باندھ دیا۔ اس کے بعد لوہے کی ایک گیند جس کا وزن ڈھائی سیر تھا آگ میں ڈال دیا گیا یہاں تک کہ وہ سُرخ ہو گئی پھر اُسے نکال کر پانی میں ٹھنڈا کیا گیا، پھر گرم کیا اور پھر ٹھنڈا کیا اور پھر تیسری بار وہ خوب گرم ہو کر سُرخ ہو گئی تو اُسے چمٹے سے اُٹھا کر ملزم کے ہاتھوں میں رکھ دیا۔ احکام شاستر کے مطابق ملزم ہر دائرہ میں قدم رکھتا ہوا مرکزی دائرہ میں پہنچا اور وہاں پہنچ کر اُس جلتی ہوئی گیند کو گھاس کے ڈھیر پر پھینک دیا گھاس میں آگ لگ گئی۔ اس کے بعد ملزم کے ہاتھ کھول دیے گئے اور دیکھا گیا تو جلنے کا کوئی نشان اُن میں موجود نہ تھا چنانچہ وہ جرم سے بری کر دیا گیا اور مستغیث کو ایک ہفتہ قید کی سزا دی گئی“۔

آپ نے دیکھا کہ ایک معمولی انسان بھی مخصوص قسم کی ریاضت و مشقت کے ذریعہ کیا کچھ کر سکتا ہے۔ صوفیا، علمائے اسلام اور گنڈا تعویذ کرنے والے بھی دراصل اسی راستہ پر جا رہے ہیں فاعلانہ قوتوں کا راز دونوں جگہ ایک ہی ہے۔ حق و باطل کا امتیاز صرف اس لمحہ میں ہو سکتا ہے جبکہ دونوں فتح و شکست کا آخری فیصلہ کرنے کے لیے اپنی اپنی قوتوں کا مظاہرہ کریں ورنہ کوئی دوسری چیز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جبینِ انسانیت کو طاغوت کی پرستش سے باز نہیں رکھ سکتی، خدا کا ہر عذاب اور اُس کے پیغمبروں کا ہر معجزہ ایسے ہی مواقع پر ظلمات سے نکال کر آبِ حیات تک پہنچاتا ہے۔ اگر کوثر و زمزم کے جواب میں گنگا، معجزہ کا مقابل جادو، پیغمبر کے ہم رنگ رہبا نیین، فرشتوں کی جگہ ارواحِ فلکی اور سفلی قوتیں مغالطہ اور فریب میں مبتلا کرنے کے لیے زندہ ہوں تو استخوانِ چند کی کمزوریاں اُس وقت تک فریب خوردگی سے محفوظ نہیں رہ سکتیں۔ جب تک خدا کی عظمت و کبریائی کے زندہ تر مظاہر و آیات آنکھوں سے ہر تاریک پردہ اُٹھا دینے کے لیے "تہیۂ طوفان" نہ کرلیں۔ اُس وقت حق و باطل کے امتیازات ہر بینائی کو محسوس ہو جاتے اور دوزخ کی تیز و تند آگ سے بچا لیتے ہیں۔ کبریائی کی نمائش کے لیے صرف ہر عملی امکان سے بالاتر مظاہرہ کافی ہے۔ ذہنی امکانات دور کرسکنے کے واسطے تکوین و ابداع کے تمام پہلوؤں کا وجود اور حقیقی وجود ہرگز لازمی نہیں۔ کیا نمرود و فرعون کی عملی شکست اُن کے ذہنی امکانات بکسر فنا کرنے میں کامیاب ہو سکی۔ جب ایسا نہیں ہے تو کیوں آیات و معجزاتِ الٰہی کو ہر معنوی اور صوری پہلو کی تصویر بنا دینا عقائدِ اسلامی کا ایک جزء قرار دیدینے پر اصرار کیا جائے جس طرح تحویلِ ناریّت کا تکوینی قانون معنویت کا آئینہ دار تسلیم کرلیا گیا کیا "کونوا قردۃً" کے تکوینی قانون کو معنوی تکوین و تحویل تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔ شاید انسانی فطرت معنوی اور اخلاقی مکوّنات کی اہمیت، اور اُس کے دور رس نتائج کا تصور نہیں کرسکتی۔ ورنہ جس طرح عوام روحانی جنت کو وہم و خیال سے جداگانہ واقعی حقیقت تصور کرنے سے قاصر ہیں۔ علماء اسلام اور خصوصًا وہ علماء جن کی زندگی کا ہر مرکز اور ہر دائرہ روحانی نقطہ ایک نقطۂ فردانی کے بقدر بھی انحنا قبول نہیں کرسکتا کبھی اخلاقی اور معنوی انقلابات کو درخورِ اعتنا محسوس کرنے سے عاجز رہ سکتے۔ اگر یہی چیز ہے تو انسانی اضمحلالات کی اثر اندازیوں کا لحاظ کرتے ہوئے ہرگونہ تکوین تسلیم کرتا ہوں۔ صراطِ مستقیم تک جو پُر پیچ راستہ بھی پہنچا سکتا ہو وہی رہروِ منزل کے لیے سیدھا راستہ ہے اور اسی نقطۂ نظر سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُن حضرات کو بھی قرآنی شہادت کے سایہ میں تکوین معنوی کی اہمیت پر زور دینے کا حق ہونا چاہیے جو اقوام وملل کی موت وحیات، اخلاقِ انسانی سے وابستہ سمجھتے ہیں اور جن کے سامنے تاریخِ امم کا ہر ورق گواہی دے رہا ہے کہ کسی قوم کی موت وحیات اُس کی اخلاقی ترقی وتنزل کا دوسرا نام ہے۔ خدا کا کوئی غضب اور کوئی لعنت اُس لعنت سے قوی تر، وسیع تر اور پائندہ تر نہیں ہو سکتی جو اخلاقی موت کے آسمان سے نازل کی جائے۔

یہاں تک میں اپنے خیالات کو ایک گونہ تفصیل کے ساتھ پیش کرکے چاہتا ہوں کہ محاکمہ کا حق ناظرین کو سپرد کر دیا جائے، ہر ایک ضمیر جس نوع کے خمیر سے تیار کیا گیا ہوگا اُسی لحاظ سے وہ کسی نہ کسی نتیجہ تک پہنچنے کا حق رکھتا ہے۔ میرے نزدیک خدا کا عذاب خدا ہی کے قانون کے تحت ہونا چاہیے خواہ مخواہ عام ذہنیت سے منفعل ہو کر غلط راستہ اختیار کرنا محققین علماء کی حیثیت سے پست تر ہے۔ میں ہرگز یہ دعویٰ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ جو کچھ میں نے عرض کر دیا ہے، وہ الہامی حقیقت کی طرح ایک نقطہ کا اضافہ بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ انسانی دل و دماغ جب تک جبرئیلِ امیں کے شہپروں سے پرواز کرے ہرگز اس بلندی تک پرواز نہیں کر سکتا۔ جہاں انسانی فطرت کی کمزوریاں "خاکستر پروانہ" ہو کر رہ جاتی ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ کوئی صاحب "سخن گسترانہ بات" کی آلودگیوں سے پاک ہو کر ناقدانہ نگاہ ڈالتے ہوئے میرے ذہنی اضمحلالات کو دور کریں۔ میں ہر نغمۂ آزاد کو ہمہ تن گوش ہو کر سننے کے لیے تیار ہوں فکر وشعور کے زائیدہ حقائق کی ترجمانیاں ختم کرنے سے قبل حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا نقطۂ نظر بھی پیش کر دینا مناسب ہوگا تاکہ اُن جرأتہائے رندانہ کو کم سے کم تر کیا جا سکے جو میرے قلب وجگر کی نشترزنی کر سکتے ہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں

ولما کان اقوی اسباب تغیر البدن — جبکہ غذا جسم وروح میں تغیر کر سکنے والے اسباب
والاخلاق الماکول وجبان یکون — علل میں سب سے قوی تھی بنا برایں اہم ترین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رئیسها من هذا الباب فمن اشد
ذلك اثراً تناول الحیوان الذی
مُسِخَ قومٌ بصورته وذلك ان الله
تعالیٰ اذا لعن الانسان وغضب
علیه اورث غضبه ولعنه فیه
وجود مزاج هو من سلامة
الانسان علی طرف شاسع وصقع
بعید حتی یخرج من الصورة النوعیه
بالکلیة فذلك احد وجوه التعذیب
فی بدن الانسان ویکون خروج
مزاجه عند ذلك الی مشابهة
حیوان خبیثٍ ینفر منه الطبع
السلیم فیقال فی مثل ذلك
مسخ الله قردة وخنازیر فکان فی
حظیرة القدس علم متمثل ان بین
هذا النوع من الحیوان وبین
کون الانسان مغضوباً علیه بعیداً
من الرحمة مناسبة خفیة وان
بینه وبین طبع السلیم الباقی علی

اغذیہ کے اس پہلو کا لحاظ رکھنا ضروری ہو گیا
ان غذاؤں میں سب سے زیادہ موثر اُس حیوان
کو کھانا ہے جس کی صورت پر کسی قوم کو مسخ کر دیا
گیا ہو کیونکہ جب خدا کسی انسان پر لعنت بھیجتا
اور غضبناک ہوتا ہے تو اُس سے غیر محسوس طریقہ
پر انسان میں ایک ایسا مزاج پیدا ہو جاتا ہے
جو فطرت انسانی سے بعید تر ہوتی کہ وہ فطری
مزاج بالکل اپنی صورت نوعیہ سے خارج ہو جاتا
ہے۔ یہ طریقہ عذاب کے اُن طریقوں میں سے
ایک ہے جو انسانی بدن کو دیا جا سکتا ہے ایسا
عذاب دیتے ہوئے انسانی مزاج کو کسی ایسے
حیوان کے مشابہ بنا دیا جاتا ہے جس سے ہر سنجیدہ
طبیعت نفرت کرتی ہو ایسے ہی مواقع پر کہا جاتا
ہے کہ خدا نے فلاں کو بندر یا سور بنا دیا چونکہ
عالم قدس میں اس انسان اور مشابہ نوعِ
حیوانی کے رحمت الٰہی سے دور ہونے کا تمثیلی
علم ان دونوں کے درمیان ایک نازک مناسبت
اور فطرت انسانی سے کھلا ہوا بُعد رکھتا تھا اِس
لیے اسی مناسبت اور بُعد کی مشاکلت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فطرتہ بوناً بائناً اعتبار سے فطرت انسانی کو اُسی شکل میں ڈھال دیا گیا۔

اتفاق سے شاہ صاحبؒ کا نظریہ بالکل وہی ہے جو میں نے اپنی بے بضاعتی اور کم مائگی کے باوجود قائم کیا تھا اور علماء یا مفسرین کے معتقدات سے اثر پذیر ہوتے ہوئے ممکن ہے کہ کسی کا ذہن "حتی یخرج" کی ضمیر مزاج انسانی کے بجائے ہیکل انسانی کی طرف راجع کردے اس لیے چند امور کو ذہن نشین کرلینا چاہیے۔ شاہ صاحب نے اسی "باب اطعمہ اور اشربہ" میں جو اسباب مزاج انسانی کو متغیر کردینے والے بیان فرمائے ہیں وہ نہ ہیکل انسانی کو تبدیل کیا کرتے ہیں نہ اُنہوں نے اس کا دعویٰ کیا، دوسرے اسی عبارت میں اُنہوں نے خود ہی اس مغالطہ کو "ویکون خروج مزاجہ" سے رفع کردیا ہے۔ صورت نوعیہ کا خروج خروج ہیکل انسانی نہیں خروج مزاج انسانی ہے۔ صورت نوعیہ صرف آدم زاد ہی کی نہیں ہوتی بلکہ مزاج بھی ایک صورت نوعیہ رکھتا ہے لہذا غلط فہمی نہ ہونا چاہیے۔ تیسرے شاہ صاحب کی یہ تصریح "فذٰلک احد وجوہ التعذیب فی بدن الانسان" بتا رہی ہے کہ اس نوع کی تعذیب کے سلسلہ میں تعذیب نہ ہونے کا اشتباہ ہوسکتا ہے ورنہ اگر مسخ صوری مزاج کی صورت نوعیہ کو مسخ کرنے کی جگہ ہیکل انسانی کو مسخ کردیتا تو تعذیب کے تعذیب ہونے میں مغالطہ اور اشتباہ کا کوئی امکان باقی نہ رہتا اور کوئی شک نہیں کہ مزاجِ انسانی کا تغیر اور فطرتِ انسانی کی بے راہروی جسم انسانی کو گوناگوں عذابات کے سپرد کردیتی ہے۔ اس موضوع کے لیے مستقل عنوان کی ضرورت ہے اس لیے صرف اسی قدر کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ اقوام وملل کے تمام انقلابات اُن کی تاریخ کا ہر ورق مزاجِ انسانی کے تغیرات کے نتائج ہی کی ایک داستان ہے۔ ہندوستان کی غلامی، اشتراکیت کی خون آشامیاں، مغربی اقوام کی باہمی جنگ ورقابت، اسلحہ کی فراوانی، بین الاقوامی انجمن کے ممبران کا "کفن دزدان چند" ہو کر کمزور ممالک کو پنجۂ استبداد میں دے دینا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مغربی تمدن کے آفتاب کا غروب ہونے کے لیے افق کے کنارے پر پہنچ جانا بھی اور نصف صدی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے دقفہ میں اُسی مزاج انسانی کے مناہجِ فطرت سے انحراف کے نتائج ہیں، جن کی طرف شاہ صاحب نے اشارہ کیا تھا۔ یہودیوں کا خدا کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے شہری زندگی کا مطالبہ کرنا اور خدا کا "وباؤ ابغضبٍ من اللّٰہ" کا چیلنج دیتے ہوئے اس نوع کی شہری زندگی سپرد کرنا کہ بقول برلن کے ایک سرکاری افسر کے "اس قوم کو جرمنی سے اس لیے نکالنا ناممکن ہے کہ کوئی ملک ان کو اپنی آغوشِ تربیت میں لینے کے لیے تیار نہیں" کیا مزاجِ انسانی کے تغیر کے نتائج بد کا بہترین نقشہ نہیں۔ علم و دولت جو شہری زندگی کے ثمرات ہیں حاصل ہونے کے باوجود ہر قدم پر ٹھکرایا جانا کیا غضب الٰہی کے ساتھ واپس ہونے کا دردناک نظارہ پیش نہیں کرتا۔ صدہا نظائر ہیں جن سے شاہ صاحب کے نظریہ کی توثیق ہوتی ہے اور یہی وہ راز ہے جسے ہر لعنت اور غضب کی روح کہنا چاہیے۔ تیسرے شاہ صاحب کا اندازِ تحریر بتا رہا ہے کہ "فیقال فی مثل ذلک مسخ اللّٰہ قردۃ وخنازیر" اس ہی غرض سے کہنا پڑا کہ ایسے مسخ کو مسخ کہا گیا ہے اُسے نہیں جو عام ذہنیات محسوس کرتیں اور عقیدہ رکھتی ہیں، ورنہ آپ خود غور کیجیے کہ فی مثل ذلک کے ذریعہ کس نکتہ کو سمجھایا جا سکتا تھا۔ چوتھے اُس علم الٰہی کو جو مغضوب انسان اور مشاکل نوع حیوانی کے درمیان عدم رحمت میں ایک نازک مناسبت اور فطرت انسانی سے بُعد کو لیے ہوئے تھا "علم متمثل" کیوں کہا گیا۔ اس کے معنی صرف یہی ہو سکتے ہیں کہ مشاکل نوعِ حیوانی کے عادات وخصائل، اخلاق وملکات رکھنے والا انسان عالم شہادت میں نہیں عالم مثال میں وہی شکل رکھتا ہے جو اُس نوع حیوانی کی آپ دیکھتے ہیں۔ آپ جانتے ہونگے کہ عالم مثال میں مجردات اور معانی کو بھی اشکال وصور ودیعت کی گئی ہیں، اسی نقطہ نظر سے شاہ صاحب نے یہ تصریح کرنا ضروری سمجھا کہ انسانی جماعت کو "قردہ اور خنازیر" سے تشبیہ دینے کا فلسفہ یہ تھا کہ عالم مثال میں اُنکی صورت قردہ اور خنازیر سے مختلف نہ تھی۔ عالم مثال اگرچہ ایک آئینہ کی طرح ہے مگر اُس کی تصویریں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قلمی تصاویر کی طرح وہمی نہیں بلکہ اس مادی کائنات کی ہر حقیقت سے زیادہ واقعیت زیادہ فاعلیت اور زیادہ احساس وتاثیر رکھتی ہیں۔ عالمِ مثال کی کوئی صورت ایسی نہیں جس کا اثر موجودہ زندگی کے ہر پہلو پر مرتب نہ ہوتا ہو۔ شاہ صاحب کے "علم متمثل" کو مادی زندگی سے علیحدہ کرکے بے معنی بنانے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔ عالمِ مثال کے علوم تمثیلی، آپ کے قوائے عاملہ کا لائحہ عمل تیار کرنے اور زندگی کو ایک مخصوص سانچہ میں ڈھال دیتے ہیں۔ یہ ہی معنی ہیں "قردہ اور خنازیر" ہو جانے کے۔ اس کے سوا کوئی معنی علم وتحقیق سے قریبی نسبت نہیں رکھتے شاہ صاحب کا علم بالقرآن، علم بالسنۃ، اور علم بالمکاشفہ جو بلند پائیگی رکھتا ہے، اُس پر مزید کچھ لکھنا اُن کے تبحر کی توہین ہوگی۔ میں زیادہ سے زیادہ اتنا ہی عرض کرسکتا ہوں کہ "آفتاب آمد دلیل آفتاب"۔

(راہ باقی ماہتاب باقی)

قرآن مجید کی مکمل ڈکشنری

اُردو میں سب سے پہلی کتاب ہے جس میں قرآن مجید کے تمام لفظوں کو بہت ہی سہل اور دلنشین ترتیب کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ معنی کے ساتھ ہر لفظ کی ضروری تشریح بھی کی گئی ہے۔ یہ کہنا بے مبالغہ ہے کہ لغت قرآن پر اُردو زبان میں اب تک ایسی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ کتاب عام پڑھے لکھے مسلمانوں کے علاوہ انگریزی اصحاب کے لیے خاص طور پر مفید ہے۔ اصل قیمت للعہ رعایتی قیمت للعہ

فہرست کتب مفت طلب کیجیے۔

ملنے کا پتہ:- منیجر مکتبہ بُرہان قرولباغ نئی دہلی

© rasailojaraid.com